ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.1.2025

”مہاجرت کا کرب: اردو ناول کے تناظر میں“

‘‘THE AGONY OF MIGRATION: IN THE CONTEXT OF URDU NOVELS”

Surraiya Siddique
Ph.D Scholar, Federal Urdu University Karachi.
surraiyasiddique03@gmail.com

Munir Abbas
Ph.D Scholar, Urdu Department, Minhaj University Lahore.
munirsipra9810@gmail.com

Dr. Munawar Amin
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Southern Punjab, Multan
Email: drmunawaramin143@gmail.com

Abstract

After partition of India and Pakistan, migration caused immense pain. People were severely impacted by the incident, both individually and collectively. The painful scenes of mob attacks, eternal separation from loved ones, and deteriorating political and economic conditions divided a once-unified territory in two. It was not only a geographical division, but also a profound social, cultural, and psychological one. People were forced to abandon their homes, property, and centuries-old kinship to migrate to a foreign land. This migration caused both an emotional and spiritual injury. This terrifying migration experience resulted in numerous problems such as poor management, a weak economy, political chaos, and prejudices. It transformed the subcontinent's social structure into a wounded body. Urdu literature has explored these wounds in great detail and depth. The harm caused by the partition was a topic that Urdu writers explored and incorporated into their works of great literature. These authors, who creatively depicted those agonising partition events, include Intizar Hussain, Nasira Sharma, Abdullah Hussain, Khadija Mastoor, and others. Their books portray the socioeconomic conditions, human emotions, and mob violence of that era in vivid detail.

Keywords: Migration, Tragedy, Socioeconomic Condition, Mob Violence, Urdu Novel

ہجرت کی تاریخ ازل سے انسانی زندگی کا حصہ رہی ہے۔ ابتدائے ہجرت کی بات کی جائے تو سب سے پہلی ہجرت جو جنت سے دنیا کی طرف کی گئی وہ حضرت آدمؑ اور امّاں حوا کی تھی۔ یہ جنت سے پہلی زمینی نقل مکانی تھی۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ انسان اپنی حیات کی کامیابی اور ناکامی کے مراحل سے گزرنے کے لیے بلندی سے پستی اور پستی سے بلندی کی طرف فطری ہجرت کرتا ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس کی وضاحت ملتی ہے کہ جنت انسان کا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے جسم کی تخلیق مٹی ہے تو اس کا مستقل زمین اور روح امر ربی ہے تو علیین و سجین اس کا مستقر ٹھہرایا گیا۔ لہذا ہجرت کا تصور تخلیق انسانی کے مقاصد میں شامل ہے، اپنے مقاصد کے لیے بستیاں بسائی، ساحل آباد کیے پھر ان سے بیگانہ ہو کر نئے جہاں آباد کیے۔ تعیشات اور ضرورت زندگی کے تحت ہجرت کی، نئے دیس، نئی بستیاں اور نئے شہر آباد کیے۔ یوں آدمؑ و حوا اس زماں اور مکاں کے پہلے مہاجر تھے۔ ہجرت مذاہب عالم کا بھی حصہ رہی ہے اسی کے تحت چودہ سو سال قبل حضرت محمد ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ہندو

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

دیومالائی ادب کے مطابق رام چندر جی کا اپنی شریک حیات سیتا اور بھائی لکشمن کے سنگ چودہ سال بن باس اسی نقل مکانی (ہجرت) متصور ہے۔

ہجرت چاہے زمینی ہو یا مکانی، لسانی یا ثقافتی، لسانی ہو یا فکری ہر ادب کا خاصہ رہی ہے چاہے وہ شعری و نثری بیانیہ ہو ہجرت (مہجری ادب) کے موضوعات اس کا حصہ رہے ہیں۔ ہجرت یا ترک وطن ایسا المیہ ہے جو دکھ، کرب اذیت کا پیش خیمہ ہے جو ایک سماج ایک نظام کے مرکزہ ہیت میں تبدیلی و تغیر کا باعث بنتا ہے۔ جس کی زد میں روایت و اقدار، سیاست و معاشرت، تہذیب و ثقافت نفسیات و معاشرت کے ساتھ علمی و فکری انتقال پذیری Transmissibility بھی عمل میں آتی ہے۔ اس انتقال پذیری یا ترک ہجرت کی کئی وجوہات میں جن میں نظریہ جبریت، تقسیم کے ساتھ ساتھ مادیت پرستی بھی اہم ہے۔

ہجرت یا مہاجرت کیا ہے؟ مہاجر کون ہیں؟ یہ سوال ہمارے ذہنوں کو منتشر کرتا ہے کیوں کہ ہر شعبہ حیات اس کی تفہیم مختلف زاویوں سے پیش کرتا ہے جیسا کہ علم سیاست میں اس کی وضاحت، مہاجر، رفیوجی، جلاوطن، پناہ گزین، بے وطن وغیرہ کی اصطلاحات کے طور پر ملتی ہے جب کہ علم سماجیات، اپنے معیارات کو بروئے کار لا کر ان اصطلاحوں کی تعریف اور درجہ بندی کرتا ہے مگر ہجرت یا ترک وطن ادب کے دائرے کار میں وسعت کا حامل ہے۔ محدود معیار اور پیمانے اس کے بیان سے قاصر ہیں۔

ہجرت عربی زبان کے لفظ "ہجر" سے مشتق ہے جس کی معنی جدائی اور مفارقت کے ہیں. اصطلاحی معنوں میں ہجرت سے مراد اپنے علاقے، گاؤں، شہر، ملک سے جدائی اور مفارقت کے ہیں۔ ہجرت کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ اپنے آبائی وطن علاقے، بستی، جگہ کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے یا وقتی طور پر کسی دوسری جگہ جابسنا "ہجرت یا مہاجرت" کہلاتا ہے۔ عمومی طور پر ہجرت کی تفہیم یوں ہوئی ہے اپنے آبائی ملک کو خیر آباد کہہ کر کسی دوسرے ملک بسنے کو ہی ہجرت کہا جاتا ہے۔

غرض یہ کہ ہجرت ایک ایسا عمل ہے جس میں افراد، خاندان انسانی گروہ اپنے آبائی ملک اصل وطن، آبائی علاقے اور پُشتی زمینوں کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک یا علاقے کو ہمیشہ کے لیے یا وقتی طور پر جابسائیں۔ اس عمل کے پیچھے درجہ ذیل مقاصد یا جبر اکوئی کار فرمائی ہو۔

1۔ جان، عزت مال و آبرو کو خطرہ نہ ہو۔

2۔ جنگ یا خانہ جنگی سے پیدا شدہ مخدوش صورتحال کا سامنا نہ ہو۔

3۔ ریاستی استعداد کا سامنا نہ ہو۔

4۔ تلاش معاش میں بہتری کی صورت حال کی کوشش ہو۔

5۔ مذہب کی اشاعت و ترویج کے مقاصد کار فرما ہوں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

6۔ رشتہ ازواج میں منسلک ہو کر ایک علاقے یا شہر جانا ملکی تقسیم کی وجہ ہونا۔

ہجرت یا ترک وطن کے ظاہری اور باطنی دونوں عوامل پوشیدہ ہوتے ہیں جو انسانی نفسیات پر اثر انداز ہو کر ان ہی پیچیدگیوں کو بڑھا دیتے ہیں اور انسانی نفسیات کو بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ کیوں کہ ترک وطن یا ہجرت کرنے والے کے تجربات کبھی یکساں نہیں ہوتے۔ ہر فرد مختلف عوامل کا شکار ہو کر ہجرت کرتا ہے۔ اس کے برعکس زمینی و مکانی ہجرت چاہے وہ ترک وطن کی ہو کسی جبر سے آزادی تہذیبی تو اس کا سبب بنتی ہے۔ ہجرت وقت تہذیب اور اداروں کی بنیاد پر بھی کی جاتی ہے۔ اگر ہم تہذیبی لحاظ سے ہجرت پر بات کریں تو اس کی سب سے بڑی مثال ہندوستان کی ہے کیوں کہ یہ تہذیب کئی مشترکہ تہذیبوں کا مرکب ہے۔ جس میں فاتحین کی آمد اور رہن سہن سے ایک مرکز تہذیب سے گنگا جمنا تہذیب کا وجود منظر عام پر آیا جس میں مختلف زبان، رہن سہن ثقافت تہذیب و تمدن نظریات، عقائد کے افراد آباد ہوئے۔ کچھ ہجرت کر کے آئے کچھ مفتوح بنے اور کچھ مقامی تھے۔ ہجرت کا عمل آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جاری و ساری ہے۔ یہ ایسا عمل ہے جو علاقائی و جغرافیائی بندیوں مذہبی و لسانی قیود، سماجی و خاندانی رشتوں میں جذبہ تنافر کے تحت اختیار کیا جاتا ہے یہ کہنا درست ہو گا کہ ترک وطن کے اسباب و محرکات پیچیدہ مگر آفاقی نوعیت کے ہوتے ہیں اس بارے میں شاہد وہاب خان لکھتے ہیں:

> "پیچیدہ اس لیے کہ اتنے بے شمار لوگ جب مختلف ادوار میں ہجرت کرتے ہیں تو اس عمل کے محرکات یکساں، سہل اور سطحی ہو نہیں سکتے۔ سیاست معاشیات، سماجی تحفظ وغیرہ کے جیسے عوامل یکجا ہو کر وجوہات کا ایک ایسا مرکب تشکیل دیتے ہیں کافی پیچیدہ تہہ دار اور کثیر الجہت ہوتا ہے"(۱)

اگر ہم الہامی صحیفوں اور تاریخی کتابوں اور تاریخ عالم پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر بڑی ہجرت کے نتیجے میں انقلاب رونما ہوا۔ اس کی مثال ہجرت مدینہ سے لے کر انقلاب فرانس تک اور پھر ہندوستان کی تقسیم تک کے واقعات نے ہجرت / ترک وطن کے اسباب و محرکات کو جنم دیا۔ اُردو ادب میں اس تناظر میں تخلیق کیا گیا ادب اس کرب و تکلیف کو بیان کرتا ہے۔

عالمی ادب میں ایلیڈ (I liad) اور اوڈیسی (Odyssey) ہجرت اور مسافرت کا جو نقشہ پیش کرتی ہیں وہ نا قابل فراموش ہے۔ ہومر نے جس انداز میں ان تاریخی واقعات کو کمال مہارت سے نظموں میں بیان کیا ہے۔ اس رزمیہ کے واقعات تاریخ کو بیان کرتے ہیں اسے اہل یونان کی (Pull faetar migration) کہا جاسکتا ہے مرتضیٰ خان تاریخ عالم میں اس بابت لکھتے ہیں کہ:

> "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یونان کی ریاستوں نے متحد ہو کر ٹرائے (حصار لک) پر حملہ کیا تھا، جس کا بنیادی مقصد سونے کی لوٹ مار تھا۔ کوہ قاف میں لوہے اور سونے کی کانیں موجود تھیں، جبکہ یونانیوں کو اپنی سرزمین پر دھاتیں دستیاب نہیں تھیں، جس کے باعث وہ بحری قزاق بن گئے۔ "پولیس اور زریں پوستین" کی کہانی میں بھی ایک ایسی ہی مہم کا ذکر ملتا ہے، جو بحر اسود کے راستے کوہ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

قاف کی جانب کی گئی ہو گی۔"(۲)

"اوڈیسی اور ایلیڈ رزمیہ ادب میں نمایاں مقام رکھتی ہیں، جبکہ بیسویں صدی میں جیمز جوائس کے ناول یولیسیس (Ulysses) میں بھی اسی طرز کا بیانیہ نظر آتا ہے۔ اس میں ڈبلن کا پس منظر ایک جدید اوڈیسی کی کہانی سے مشابہت رکھتا ہے، جہاں مرکزی کردار اسی طرح روزمرہ زندگی کے سفر سے گزرتا ہے جیسے اوڈیسی مختلف مقامات کی سیاحت کرتا رہا۔ وہ متنوع اور غیر معمولی مخلوقات دیکھتا ہے، اور اس کے شعور میں حیرت انگیز واقعات اور کردار ابھرتے ہیں، جو یولیسیس کی مہمات کی یاد دلاتے ہیں۔"(۳)

اس کے علاوہ ڈیکنز کا ناول "Tale of turo cities" اور ہندی ادب کی رزمیہ داستان مہابھارت اور رامائن اور ورجل کی طویل رزمیہ نظم بھی (Acneid) میں بھی ہجرت کے موضوعات ملتے ہیں معروف فکشن نگار وکٹر ہیوگو نے بھی اپنی زندگی کے اٹھارہ سال جلاوطنی اور ہجرت میں گزارے۔ ڈاکٹر یوسف حسین کے بقول:

"18 سالوں میں اس نے ہر صنف ادب پر طبع آزمائی کی اور اس کے سب شاہکار نظم اور نثر دونوں میں "اسی جلاوطنی کے زمانے کی یادگار ہیں"(۴)

روسی ادب کے شاہکار ناول "جنگ اور امن (War and Peace)" میں ٹالسٹائی نے نپولین کی لشکر کشی اور ماسکو کی آبادی کے انخلاء کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ ناول نہ صرف تاریخی واقعات کا بیانیہ ہے بلکہ اس میں انسانی جذبات، ہجرت کے کرب اور جنگ کے اثرات کو بھی گہرے سوز و گداز کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ہجرت ہمیشہ ایک دردناک تجربہ رہی ہے، جس کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، جیسے جنگ، ثقافتی اور تمدنی وجوہات، معاشی مسائل یا جبر کے تحت ترکِ وطن۔

عالمی ادب میں ہجرت اور سفر کے موضوع کو کئی اہم تخلیقات میں جگہ دی گئی ہے۔ فرید الدین عطار اور مولانا رومی کی تحریروں میں بھی ہمیں سفری رودادوں کی جھلک ملتی ہے، جہاں وہ مختلف مقامات کے حالات اور پیش آنے والے تجربات کو شاعرانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔ "منطق الطیر" میں پرندوں کا سیمرغ کی تلاش میں نکلنا بھی اسی سفر کی ایک علامتی شکل ہے، جو روحانی جستجو اور مہاجرت کو ایک تمثیل کے طور پر سامنے آتی ہے۔ اسی طرح، عالمی ادب کے ساتھ ساتھ اردو فکشن میں بھی ہجرت کے موضوع پر کئی مشہور اور مؤثر تخلیقات لکھی گئی ہیں۔ اردو کے افسانوی ادب میں ہجرت سے جڑے انسانی تجربات، جدائی کے دکھ، نئی شناخت کی تلاش اور معاشرتی ناہمواریوں کو مختلف زاویوں سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ تخلیقات نہ صرف ادب کا حصہ ہیں بلکہ انسانی تاریخ اور نفسیات کو سمجھنے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ہجرت سماجی محرکات کا نتیجہ بھی ہوتی ہے لیکن سب سے زیادہ سیاسی محرک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ہندوستان کی سماجی اور سیاسی صورتحال شعبہ زندگی کا منہدم نظام اس کے اسباب ہیں۔ سیاسی نظام ہی جذبہ تنافر استحصال اور عدم استحکام کو فروغ دیتا ہے۔ دراصل ہم یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی میں سیاسی عمل دخل اس لیے نا

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

گزیر سمجھا جاتا ہے کہ اس کے پاس Inceventives کرنے کی قوت موجود ہوتی ہے اور مخالفین کے استعداد کے لیے موثر بھی لیکن اب یہ سوال پر دہ ذہن پر در آتا ہے کہ اس سے ہجرت اور ترک وطن کرنے والوں کا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟

سیاسی مرگ آفرینی اور اثر آفرینی کو سمجھتے ہوئے ہم یہ تسلیم کرنے سے احتراز نہیں کر سکتے کہ ان دونوں کے درمیان گہرا تعلق ہے اسی سیاست کے بطن سے دو قومی نظریہ نے جنم لیا اسے ہوا دی گئی اور اسی استحکام نے تقسیم ہندوستان کی بنیاد ڈالی۔ ہندوستان اور پاکستان کا وجود عمل میں آیا۔ ایک ہی سرزمین پر ایک لائن کھینچ کر دو میں منقسم کر دی گئی اور دلوں میں سرحد کا ڈر پھونک دیا گیا۔ یوں لوگوں کی آبادی ایک طرف "مہاجر" تو دوسری طرف "شرنارتھی" کہلائی گئی۔

عوام سے نہیں پوچھا گیا وہ کیا چاہتی ہے؟ بس سیاست کے علمبرداروں نے ایک لکیر کھینچ دی اور ایک نظام ایک تہذیب کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہندوستان اور پاکستان کی شناخت عطا کر دی۔ اب سوال یہ تھا کہ لکیر کے اس طرف والوں کا مستقبل کیا ہو گا اور اس طرف والے جانے والے "مہاجر" اپنا آنے والا کل کیسا دیکھتے ہیں خاندان سوکھے پتوں کی مانند بکھرتے چلے گئے۔ شاہد وہاب خان لکھتے ہیں:

> "تقسیم ہند کے نتیجے میں الگ بڑی آبادی ترک وطن کر کے ہندوستان یا پاکستان ہجرت کر گئی۔، ہجرت کے سفر میں جن مصائب و مظالم کا سامنا کرنا پڑا اس نے ہجرت کے عمل کو متعلقہ افراد کے لیے انتہائی تکلیف دہ اور کربناک بنا دیا مہاجروں کی ایک بڑی تعداد سرحد کے دونوں اطراف نئی سماجی، سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی صورت حال سے دوچار تھی۔"(۵)

1947ء میں جب ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہوا تو فرقہ ورانہ فساد اور ترک ہجرت کا مرحلہ شروع ہوا، جس سے انسانی زندگی متاثر ہوئی۔ مسائل میں اضافہ ہوا، تہذیب کے بکھرنے کا المیہ اتنا زور دار تھا کہ لوگوں کو ہلا کر دکھ دیا اس کرب زدہ صورت حال کو اس وقت کے فکشن نگاروں نے اس انداز میں پیش کیا کہ رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ یہ عکاسی محض تقسیم ہند کی نہیں تھی بل کہ انسانی تجربات کو فکشن کی صورت میں بیان کیا گیا ہے جس کی پیشکش میں المناک واقعات اندوناک فسادات کی خون زیر داستان کا بیانیہ تاریخ اور قصص کی صورت حال میں ترک ہجرت کے سانحات سے بھرپور ہے۔

آگ کے شعلوں سے سارا شہر روشن ہوا۔ ہو مبارک آرزوئے خار و خس کی پوری ہوئی۔ شہر یار اپنی ماں بہن بیٹیوں کی بے حرمت لاشوں کو اٹھائے اپنے رشتوں کے اندوہ ناک کو کھوتے یہ لٹے پٹے مہاجر قافلے اپنے عزیز و اقارب کی بے گور و کفن لاشوں کو دیکھتے نفسیاتی کنج روی کا شکار، مہاجروں کی شخصیت اور رویوں میں بیگانگی سمٹ آئی تھی۔ اس سلسلے میں سب سے اہم ناول "اداس نسلیں" ہے۔ جس میں تقسیم ہند کی تمام صورت حال اس وقت کے سیاسی سماجی نظریات و تحریکات عالمی جنگوں کا بیانیہ، برطانوی سیاست اور تقسیم ہندوستان کا کرب موجود ہے۔ عبداللہ حسین کے اس ناول "اداس نسلیں" میں مہاجرت کے کرب کی واضح نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ ناول برصغیر کی تاریخ، سماجی تبدیلیوں، آزادی، تقسیم اور اس کے بعد پیدا ہونے والے مسائل کا گہرا تجزیہ پیش کرتا ہے۔ خاص طور پر تقسیم ہند کے دوران لوگوں کی بے چینی، نقل مکانی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

کی تکلیف، اور نئے ماحول میں شناخت کے بحران کو مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ناول میں کئی کردار ایسے ہیں جو تقسیم کے وقت اپنے گھروں، زمینوں اور اپنی جڑوں سے جدا ہونے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ان کے لیے ہجرت محض ایک جسمانی حرکت نہیں بلکہ ایک نفسیاتی اور جذباتی المیہ ہے۔ وہ اپنی شناخت، یادوں اور پرانی زندگی کو پیچھے چھوڑ کر ایک نئے، نامانوس ماحول میں داخل ہوتے ہیں جہاں انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس ناول میں ہجرت کے واقعات کو جس چابکدستی سے قلم بند کیا گیا وہ لائقِ تحسین ہے۔ تقسیم ہند کے دوران رونما ہونے والے واقعات اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والی ہجرت کی سیاست کی بازگشت بھی اس ناول کا حصہ ہے، گو سیاسی حقیقت نگاری اور قافلوں کی روداد کے بیانیے کا کوئی اُردو ناول مقابلہ نہیں کر سکتا۔ عبداللہ حسین نے تقسیم کے وقت فرقہ ورانہ فسادات، تنفر کے جذبات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی حیوانیت عصمت دری سے بچنے کی خاطر جہاں راستہ ملا چل پڑے نہ منزل کی خبر تھی نہ ہی پڑاؤ کا خیال۔ دلی سے پنجاب تک کا سفر جان جوکھوں کا مرحلہ تھا۔ پنجاب پہنچتے ہی لوگ قافلوں پر حملہ آور ہونے ان کے پاس کلہاڑیوں، تلواروں کی کثرت تھی یہ لئے پٹے قافلے کب تک مزاحمت کرتے، ایک وقت آیا حملہ آور بھی اس کیفیت سے اکتا گئے۔ ناول میں تقسیم کے دوران ہونے والے فسادات، قتل وغارت، اور بے گناہ انسانوں کے خون سے بھری سڑکوں کی ہولناک تصویریں بھی پیش کی گئی ہیں۔ ان مناظر سے واضح ہوتا ہے کہ مہاجرت صرف ایک جغرافیائی عمل نہیں تھا بلکہ ایک المناک انسانی سانحہ بھی تھا۔

> ”وہ حملہ آور مار مار کر اس قدر اکتا چلے تھے کہ محض سڑک کے کنارے بیٹھے نئے قافلے کے خاموش، خوف زدہ کوچ سے ہی محفوظ ہوتے رہے کبھی کبھی وہ مردہ اور زخمیوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے آگ لگا دیتے اور نیا قافلہ چپ سادھے، بھاگتا ہوا ان کے قریب سے گزر جانا“(۶)

دن بھر کا سفر اور طویل مسافت کے بعد زندہ بچ جانے والے خدا کا شکر بجالاتے تھے وہ اپنے ماضی کو یاد کر کے اپنے آنے والے کل کا سوچتے شکم کی آگ بجانے کی فکر میں رہتے تھے ان کرب زدہ کیفیت نے رشتوں کے تقدس کو ختم کر دیا تھا۔

> ”جن کے پاس آٹا نہ تھا وہ بھاری رقمیں دے کر پڑوسیوں سے آٹا خریدنے لگے جن کے پاس پیسے نہ تھے وہ رات کا انتظار کرنے لگے۔ جب اندھیرے میں چوری کی جاسکتی تھی یا گھر کی عورتوں میں سے کسی جوان خوش شکل کو تھوڑی دیر کے لیے کسی دوسرے کے حوالے کر کے۔۔۔۔ معاوضے میں خوردنی اشیاء حاصل کی جاسکتی تھی“(۷)

یہ ناول صرف تاریخی واقعات کا احاطہ نہیں کرتا بلکہ ایک اجتماعی اداسی، بے چینی اور تبدیلی کے اس کرب کو بھی اجاگر کرتا ہے جو نسلوں تک محسوس کیا گیا۔ تقسیم کے بعد مہاجرین کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑا، جیسے نئی زمین پر قبولیت، سیاسی انتشار اور جذباتی بے وطنی، وہ سبھی اس ناول میں موجود ہیں۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ”ابن آدم کے لیے یہ لمحات نہایت اذیت ناک تھے جب اس کی حیثیت مردہ ہو جائے وہ ظلم دیکھتے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

> ہوئے بصارت سے محروم متصور کیا جائے۔ جب وہ لاشوں کو دیکھتا ہوا اپنے حلق سے نوالے اتار رہا ہو، احساس سے عاری انسانیت سوز واقعات کو فراموش کرنا آسان نہیں۔ مگر اس کی نفسیاتی زندگی تباہ کر دی گئی۔ ترک وطن کا المیہ ایسا ہے کہ اگر نسل منزل پار بھی لے تو اپنی حیثیت بے معنی ہو جاتی ہے، کیوں کہ وہ تاریخ کا المناک المیہ بن کر رہ جاتے ہیں۔"(۸)

ناول میں مہاجرت کے بعد کے حالات بھی دکھائے گئے ہیں، جہاں لوگ ایک نئی جگہ پر آکر خود کو غیر محفوظ اور بے بس محسوس کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنے مالی اور سماجی مسائل کا سامنا کرتے ہیں بلکہ ایک جذباتی خلا بھی محسوس کرتے ہیں جو انہیں مستقل بے چین رکھتا ہے۔ ہجرت کرنے والوں کے لیے سب سے بڑا مسئلہ ان کی شناخت کا تھا۔ وہ جہاں سے آتے ہیں، وہاں کے لوگ انہیں اپنا نہیں سمجھتے، اور جہاں پہنچتے ہیں، وہاں کے لوگ بھی انہیں اجنبی سمجھتے ہیں۔ یہ کیفیت ناول کے کرداروں میں گہری بے چینی پیدا کرتی ہے، جو مجموعی طور پر پورے معاشرے کے اندر ایک نفسیاتی بحران کو جنم دیتی ہے۔ اقتباس دیکھیے:

> "یہ وہ نسل ہے جو کسی بھی ملک کی تاریخ میں طویل وقفوں کے بعد جنم لیتی ہے، ایک ایسی نسل جس کا کوئی مذہب، کوئی نظریہ، اور کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ جو اپنی پیدائش کے لمحے سے ہی اداسی کا شکار ہوتی ہے اور بے سمت بھٹکتی رہتی ہے۔ ہم بھی ہندوستان کی اسی بدقسمت نسل کے فرزند ہیں۔"(۹)

مجموعی بات کی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ "اداس نسلیں" میں مہاجرت کو ایک تاریخی سانحے کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو نہ صرف زمینوں اور گھروں سے محرومی کا سبب بنتا ہے بلکہ انسانوں کی روح میں بھی ایک گہری اداسی، کرب اور بے چینی پیدا کرتا ہے۔ عبداللہ حسین نے اس ناول میں مہاجرت کے درد، سماجی ٹوٹ پھوٹ، اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات کو نہایت حقیقت پسندی سے بیان کیا ہے۔

اسی سلسلے کی دوسری کڑی ہمیں خدیجہ مستور کے دو ناول "آنگن" اور "زمین" میں ملتی ہے۔ آنگن 1962ء کو شائع ہوا۔ خدیجہ کا تعلق لکھنؤ سے تھا اور تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلی آئیں، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہجرت سے قبل اور بعد دونوں صورت حال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا "آنگن" میں تقسیم ہند کے واقعات اور تبدیلیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ "زمین" ہجرت کے کرب کا ہی المیہ ہے، ہجرت ان کی تخلیق میں Motiff رہا ہے۔ ناول کے دو حصے ہیں ایک میں ماضی بیان کیا گیا ہے دوسرا حال کے گرد بیان کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں ماضی جو عالیہ کے نکتہ نظر سے بیان ہوا ہے، جس میں اس کے والدین بہن بھائی پھوپھی کا بیٹا سب کے ساتھ رہتے ہیں۔ عالیہ کے والد انگریزوں کے نوکر تھے اور انگریزوں کی حمایتی بھی، جب کہ والدہ مسلم لیگی تھیں ایک دن اس کے والد کی انگریز آفسر سے بدکلامی ہو جاتی ہے اور وہ اس کا سر پھاڑ دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کو جیل ہو جاتی ہے اور رہائی کے بجائے ان کی لاش ہی گھر آتی ہے۔ تہمینہ بہن عشق کی ناکامی پر خودکشی کی کوشش کرتی ہے۔ عالیہ اپنی ماں کے ساتھ اپنی پشتی حویلی میں رہنے لگتی ہے۔ اس کے چچا کانگریسی تھے جب کہ بڑے چچا بیٹا اور چھمی مسلم لیگی تھے۔ اس لیے گھر کی فضا کشیدہ رہتی تھی۔ تقسیم ہند سے قبل ہر گھر کی فضا کچھ ایسا ہی المیاتی تھی کہ گھر کے کچھ افراد کانگریسی کچھ مسلم لیگی ہوتے۔ قیام پاکستان کے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

حوالے سے کوئی امر واضح نہیں تھا ایک Confuse سی صورت حال تھی۔ مگر بعد ازاں وہ رستا خیزی کا آغاز ہوا کہ سب کے پاؤں اکھڑنے لگے اتنے بڑے پیمانے پر نقل مکانی / ترک وطن کی صورت حال تھی کہ ناقابل بیان۔ کوئی اڑ کر پاکستان ہجرت کرنے کی کوشش میں تھا۔

"میں نہ جاؤں تو کیا ہندوؤں کے نگر میں رہوں؟ پاکستان میں اپنوں کی حکومت تو ہو گئی"(۱۰)

"آنگن میں سیاست کی کار فرمائی رشتوں اور دلوں پر قابض ہو جاتی ہے تقسیم کے بعد ہر آنگن منتشر ہو جاتا ہے۔ عالیہ اور اس کی والدہ ہجرت کر کے پاکستان آجاتے ہیں باقی رہیں رہ جاتے ہیں۔ آنگن کے استعارے کے ذریعے کرداروں کی الگ الگ زندگی اور ان کی ٹریجڈی کو مصنفہ نے عمدگی سے بیان کیا ہے۔ ہجرت کے بعد عالیہ نے ایک اسکول میں ملازمت کر لی اور ساتھ وہ والٹن کیمپ کے بچوں کو بلا معاوضہ پڑھاتی تھیں اور سوچتی ہے۔(۱۱)

"ہائے وہ بھی کیسا زمانہ تھا جب دالانوں کے پردے ہر دوسرے سال بدل دیتے جاتے تھے۔ ادھر دو چار سوراخ ہوئے ادھر نوکروں میں بانٹ دیے جاتے"(۱۲)

عالیہ ایک ایسا کردار جو دو تاریخی و تہذیبی روایت کی علمبردار ہے جس نے ایک تہذیب کی شان و شوکت دیکھی اور پھر اسی تہذیب کو بٹتے دیکھا، نئی تہذیب کی کھوکھلی بنیادوں پر وہ ایک نئی زندگی کی داستان لکھ رہی تھی۔ یعنی ہجرت کے بعد اپنی داخلی اور خارجی دنیا میں تقسیم ہو چکی تھی داخلی طور پر اس یادوں کی حکمرانی ہے جب کہ اپنے خارج کو بہتر بنانے کے لیے وہ تگ و دو اور محنت کرتی ہے۔

"اسے اس وقت وہ بچی یاد آرہی تھی جس کی کتابیں امرت سر میں رہ گئیں تھیں میں نے بدلے میں اس کو کئی کتب دیں مگر وہ ان کتابوں کو نہیں بھولتی۔"(۱۳)

مہاجروں کا سب سے بڑا المیہ تو یہ ہی ہے کہ وہ خارجی طور پر نئے ملک میں زندگی جی رہے ہوتے ہیں مگر اپنے دروں میں گم شدہ زمینوں کے باسی ہوتے ہیں اسی میں سانس لیتے ہیں وہ روزمرہ حالات سے فرار نہیں چاہتے کیوں کہ روزی روٹی کا سوال ہوتا ہے۔ مگر ماضی سے بھی کنارہ نہیں کر سکتے کیوں کہ یہی اس کی شناخت کا المیہ ہے۔ ہجرت نے مہاجروں کی زندگی میں سب سے بڑا یہی تضاد پیدا کر دیا ہے جس سے وہ صدیوں سے نمبرد آزما ہیں۔

آنگن کا تتبع خدیجہ کا ناول "زمین" ہے جس کے تمام کردار مہاجر ہیں اس ناول کی بنیاد قیام پاکستان کے بعد اس کی تعمیری اساس میں ہے جس میں بے ایمانی ہوس پرستی، فریب اور استحصال پر مبنی واقعات ہیں وہ نظریاتی مملکت کا خواب مٹی پلید ہو چکا تھا لکھتی ہیں کہ:

"زبان بندی کے لیے اتنے Sofety acts اور Ordinance جاری کیے ہیں کہ سڑک پر

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

کھڑے ہو کر کسی کو آواز دی جائے تو حکومت اپنے خلاف نعرہ سمجھ کر پکڑ لے گی۔"(۱۴)

اس ناول کے اہم کرداروں میں ساجدہ باجی، کاظم، ناظم، سلیمہ بڑی اماں اور حالہ بھی نمایاں ہیں اس کی کہانی 1947 کی ہجرت کے بعد ایک کیمپ سے شروع ہوتی ہے۔ ترک وطن کر کے آنے والوں کی ہجرت کے بعد مسائل کو اس ناول میں جس انداز میں بیان کیا ہے وہ کرب ناک ہیں۔ "زمین" ایسا المیہ ہے جس میں کسی انسان کے خواب زمین بوس ہو جائیں جس کی تعمیر اخلاقی، اقدار کے زوال سیاست کی بساط پر کھیلے جانے والی شطرنج کی ہو جس پر مفاد پرستوں نے اپنی چال چلی ہو۔ سونیا عارف لکھتی ہیں:

> "زمین میں قیام پاکستان کے واقعات اس طرح بیان کیے ہیں کہ اس زمانے کے سیاسی اور معاشرتی حوالے سے بھی محفوظ ہو گئے۔۔۔۔ ان میں بنیادی، مسئلہ مہاجروں کی آبادکاری کا بھی تھا۔ جس سے مفاد پرستوں سے فائدہ اٹھایا یہ ناول اپنی مسائل کے گرد گھومتا ہے"(۱۵)

زمین انسانی نفسیات کے زوال کا منبع تھا۔ ایک آئیڈیل ملک کے قیام کا جذبہ مہاجر کیمپ کی مفلسیانہ زندگی دیکھ کر دم توڑ چکا تھا۔ اقتصادی صورت حال بدترین تھی مہاجر ملکی بڑی تعداد "Rate Race" میں شامل ہونے لگی، اور بڑی بڑی عمارتوں، کوٹھیوں، فیکٹریوں کو اپنے نام الاٹ کروانا تھا جو دو کمروں کا مکان چھوڑ کر آئے تھے۔ انہیں کئی کمروں والی کوٹھی پا کر بھی اطمینان نہ تھا۔ کاظم کے والد مالک مناسب دام پر اپنی جائیداد فروحت کر کے پاکستان پہنچے۔ وہاں چار کنال کی کوٹھی ساز و سامان اپنے نام کروائی۔ پھر انہیں گلہ ہے مہاجروں کے ہزاروں غم ہیں، گھر بار لٹ گئے، لاکھوں خاک ہو گئے اب تم دیکھ لو ہمیں یہاں آ کر کیا ملا؟

پاکستان لالچ، بدعنوانی اور بے ایمانی کا ایسا مرکز بن چکا تھا جہاں ہر شخص دھیرے دھیرے اپنی اصلیت میں بے نقاب ہو رہا تھا۔ دولت اور اختیار کی ہوس نے معاشرے کے تمام طبقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ عالم، شرفاء، اور عام لوگ سب ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے تھے، جہاں کردار کی پختگی اور اصولوں کی پاسداری بے معنی ہو چکی تھی۔ ساجدہ کے والد، جو اپنی جائیداد کے تحفظ کے لیے کوشاں تھے، محکمہ محاصلات کے ناظم کے سامنے اپنی جائیداد کی فہرست بیان کرتے ہوئے اسی بدعنوان نظام کے شکنجے میں جکڑے نظر آتے ہیں۔ یہ وہی حقیقت تھی جس نے پورے معاشرے کو ایک ایسے حمام میں تبدیل کر دیا تھا جہاں عزت و وقار کی پرتیں اترتی جا رہی تھیں اور لوگ اپنی خواہشات کے زیرِ اثر برہنہ ہوتے جا رہے تھے۔ اس صورت حال کو اس اقتباس میں دیکھیے:

> " ارے ناظم صاحب! نہ پوچھیے کیا کیا چھوڑ آیا ہوں، پانچ کمروں کا مکان ایک کپڑوں کی بڑی دکان۔۔۔۔ آپ فکر نہ کریں ایک دو دن میں آپ کو گھر مل جائے گا بس ایک تالا توڑا اور آپ کو گھر بٹھایا۔۔۔۔ پہلا تالا میں نے یہاں ہی آ کر توڑا تھا، اس نے ساجدہ کی طرف دیکھے بغیر سنجیدگی سے کہا"(۱۶)

مسرور جواب ایک مل اونر ہے پہلے کلو بھشتی ہوا کرتا تھا جو شرفا کے گھر کا پانی بھرا کرتا تھا اس کی بیٹی انوری بھی اب ایک امیر لڑکی مشہور

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

تھی۔ منافقت نے بے ایمانی اور مکر و فریب کی بنیادوں پر ایسا معاشرہ تشکیل پا رہا تھا جس کے آدرشوں میں دم گھٹتا محسوس ہوتا تھا۔ اس ناول کا ایک اور پہلو عورتوں کا جنسی استحصال تھا۔ کیمپ کی زندگی ایک عذاب سے کم نہ تھی فسادات سے لے کر مہاجرت تک جس عورت کو اکیلا دیکھا اس گنگا میں ہاتھ دھونے چل پڑتا تھا۔ نفسیاتی جنون جنسی کجروی اس حد تک پستی کا شکار تھی کہ اگر ایک مرد بد فعلی کر رہا تھا تو دوسرے باری کا انتظار کر رہے ہوتے تھے۔ اس ناول میں باجی اور ساجدہ اس جنس پرستی کی مثال ہیں کہ کس طرح مہاجر کیمپوں میں انکا جنسی استحصال کیا گیا۔

ہمدردی کے جذبات میں آکر مہاجر کیمپ سے لے جاتی جانے والی لڑکیوں کو ہوس پرستی کا نشانہ بنایا جاتا تھا جیسے کہ کاظم کی فیملی تاجی کو لے کر جاتی ہے اور وہ کاظم کے فریب میں آکر کئی بار اس کی ہوس کا شکار ہوتی ہے اور بالا آخر اسقاط حمل کے دوران مر جاتی ہے۔ ایک مہاجر ہونے کے باوجود بھی کاظم کیسے ایک مہاجر لڑکی کے ساتھ جنسی زیادتی کرتا ہے جو اس کا ضمیر مطمئن ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورتوں کے استحصال کے لیے ہمارا معاشرہ اس وقت بھی جنسیت کا شکار تھا اور آج بھی ہے۔

اسی سلسلے کی ایک اور کڑی انتظار حسین کا ناول "بستی" ہے اس ناول میں انتظار حسین نے مہاجرین کی پریشانیوں، ذہنی جذباتی الجھنوں، دکھ درد، غم واندوہ اور ہجرت کے دوران پیدا ہونے والے مسائل کی نشاندہی کی ہے۔ اس ضمن میں ممتاز احمد لکھتے ہیں کہ دیگر فنکاروں کے بیانات میں ناسٹلجیا کے محض اشارے ملتے ہیں، لیکن انتظار حسین اپنے ناولوں میں اسے ایک مکمل ناسٹلجک تجربے میں ڈھال دیتے ہیں۔ ان کے تخلیقی رجحان میں اہم کردار ماضی میں گم رہتے ہیں اور حال کو اسی نظر سے دیکھ کر اپنا ردِ عمل ظاہر کرتے ہیں، گویا وہ اپنی جڑوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔(۱۷)

ہجرت کا کرب اور مہاجروں کی مجروح و شکستہ زندگی بستی کا خاص موضوع ہے اپنی زمین اور رشتوں سے بچھڑنے کا دکھ نا قابل بیان ہوتا ہے انتظار حسین نے جس دل گرفتگی سے اس کی وضاحت کی ہے:

> ”ہجرت اور پاکستان ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ کیا میں ہجرت کو فراموش کر دوں؟ اگر ہم پاکستان آ چکے ہیں تو کیا 1947ء کی یادیں مٹا دوں؟ اگر میں اسے بھول جاؤں تو پاکستان میرے لیے محض ایک بے معنی حقیقت بن جائے گا۔ جس تاریخ کے بطن سے پاکستان وجود میں آیا، کیا اسے فراموش کرنا ممکن ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ میں اس ماضی کو بھول جاؤں، لیکن یہ تو ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی اپنی شناخت کے بنیادی پہلو کو نظر انداز کر دے، جو نا ممکن ہے۔“(۱۸)

ناول ”بستی“ کا بنیادی ماخذ ہجرت سے پیدا ہونے والی مشکلات ہیں جو مہاجرین کو نصیب ہوتی ہیں ذاکر کو محبوبہ جو اس کی خالہ کی بیٹی کی یاد بہت بے چین کرتی ہے وہ پورے خاندان کے ساتھ ہجرت نہیں کرتی جب کہ اس کی بہن بہنوئی ڈھاکہ اور باقی سارا خاندان لاہور ہجرت کر جاتا ہے۔

> ”ہم دونوں منڈیر سے لگے سر جوڑے کھڑے رہتے ہیں۔ سیٹی دیتے، دھواں اگلتے انجن کے جلو

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

میں حرکت کرتے منور ڈبوں کو دیکھتے رہتے۔ دن کو یہ ڈبے الگ الگ دکھائی دیتے ہیں۔"(۱۹)

یہ ناول تشکیل پاکستان کی منازل کو بیان کرتا ہے جو مسلمانوں کی خوابوں کی تعمیر کا افسانہ تھی۔ ہجرت کے بعد مہاجرین کی پاکستان آمد دلوں میں پرانی وضعداریاں مروتیں ہجرت کے بعد دھیرے دھیرے سوختہ پا ہوگئی۔ ایک دوسرے کے لیے جذبات واحساسات بھی بڑھنے لگے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

> "اور کوئی قافلہ شہر میں داخل ہوتا گیا اور گلیوں اور محلوں میں بکھر جاتا ہے۔ جسے جہاں سر چھپانے کے لیے کونہ مل گیا وہیں پَسر گیا، جسے کشادہ مکان میسر آجاتا وہ اپنی خوشی سے یا مروت میں آنے والوں کو پناہ دیتا چلا جاتا۔۔۔ انہیں دھیاں میں لاتے جو ساتھ نکلے مگر راستے میں بچھڑ گئے اور جنھیں وہ اجنبی راہوں میں بے گوروکفن چھوڑ آئے تھے۔"(۲۰)

یہ واقعات دردناک اور غم زدہ حالات کی تصویر پیش کرتے ہیں جو تقسیم کے نتیجے میں مشکل ہوتی ہے۔ ایسے دل دہلا دینے والے واقعات، عصمتوں اور عزتوں کی قربانیاں بلوائوں کی قتل وغارت گری بھرپور غیض وغضب کی ایسی بھیانک عکاسی ملتی ہے کہ روح گھائل ہو جاتی ہے۔ انتظار حسین کا کمال ہے کہ انہوں نے ہجرت کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ ناول بستی 1947 کی ہجرت سے قبل اور بعد کے واقعات اور تجربات کا عمدہ بیانیہ ہے اس کے ساتھ ساتھ ہجرت کے بعد رونما ہونے والے واقعات اور زاوال کے ساتھ 1971ء تقسیم بنگال کے سانحہ کا بھی ذکر اس ناول کا حصہ ہے۔

"دو گز زمین "ناول بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے عبدالصمد نے اس ناول میں جدوجہد آزادی کے حالات وواقعات کے تانے بانے سے بنے ہے۔ جس کا پس منظر تحریک خلافت ہے ناول "دو گز زمین" میں تقسیم کی زیادہ تر ذمہ داری مسلم لیگ اور انگریزوں پر آتی ہے۔ اس کا موضوع اسی سیاسی گٹھ جوڑ کا پیش خیمہ ہے تقسیم ہند بر صغیر کا وہ تاریخی المیہ ہے جس نے لاکھوں انسانوں کو بے گھر کر دیا۔ اور وہ ہجرت پر مجبور ہوگئے شاہد خان لکھتے ہیں کہ اس ناول کا غالب تھیم سیاست ہے وہ سیاست جس نے آزادی کے بعد ایک بڑی مسلم آبادی کو ایک انتہائی ناموافق صورتحال کی جانب دھکیل دیا۔ وہ سیاسی حالات جنہوں نے مسلمانوں کو کھلونا بنا دیا اس ناول میں انتہائی تفصیل سے ابھر کر اپنے نقش چھوڑ جاتے ہیں"۔(۲۱)

اس ناول کی کہانی ضلع بہار کے ضلع بہار کے ضلعہ شریف کے گرد گھومتے ہیں وہ ہندوستانی سیاست میں شامل رہے اور تحریک خلافت میں حصہ لیا انہوں نے بہار شریف میں ایک حویلی "بین ہاؤس "تعمیر کروائی تاکہ بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی سیاسی سرگرمی میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ ان کی وفات کے بعد یہ حویلی ان کے داماد اختر حسین جو کہ کانگریسی سیاست میں شامل تھے حصّے میں آئی، جبکہ ان کے بیٹے مسلم لیگی تھے جس کے سبب گھر کی صورتحال میں تصادم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ وہی زمانہ تھا جب ہندو مسلم فساد عروج پر تھے اور جب ملک آزاد ہوا تو اصغر حسین سوچے سمجھے سکیم کے تحت پاکستان ہجرت کر گئے کہ انہیں مسلم لیگی ہونے کی وجہ سے وہاں جا کر بھرپور حمایت ملنے والی ہے اور انہوں نے ہجرت کے بعد بھاگ دوڑ کر ایک سنیما ایک تین منزلہ بلڈنگ اور ایک زمین کا پلاٹ الاٹ کروالیا(۲۲) پاکستان ایک ایسا Melling – put

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

بن گیا تھا جہاں ہر کوئی اپنی نئی شناخت بنانے کی کوشش میں لگا تھا۔ ہندوستان کی اقتصادی صورتحال نہایت خستہ حال ہو رہی تھی جس کی وجہ سے ہر مسلمان پاکستان جانے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی معاشی حالت سے تنگ ہو کر پاکستان پہنچنا چاہتے تھے۔

> "بیٹا اگر پاکستان نہ ہو تو تم جیسے نوجوان یہاں بھوکے مر جاتے نہیں تو چوری ڈکیتی، لوٹ مار کرنے کے سوا ان کے پاس کوئی راستہ نہیں رہ جاتا۔ پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے تو کچھ تو کرنا ہی پڑتا(۲۳)

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مہاجر آبادی نے ایک نئی ثقافت اور تہذیب کو نہ صرف اپنانا شروع کیا بلکہ خود کو اس نئے ماحول میں ضم کرنے کی بھی کوشش کی۔ وہ اقتدار میں شمولیت اور اپنے لیے ایک مستحکم حیثیت بنانے کی خواہاں تھی۔ اس مقصد کے تحت، مہاجرین نے مقامی رسم و رواج، طرزِ زندگی اور سماجی اقدار کو اپنانے کی کوشش کی تاکہ ان کے اور مقامی باشندوں کے درمیان پائی جانے والی خلیج کو کم کیا جا سکے اور باہمی تعلقات میں ہم آہنگی پیدا ہو۔ تاہم، ان تمام کوششوں کے باوجود یہ فاصلہ مکمل طور پر ختم نہ ہو سکا۔ مہاجرین اپنی تہذیبی برتری کے احساس میں مبتلا رہے، جس کی وجہ سے وہ مقامی آبادی سے قریبی تعلقات قائم کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار رہے۔ وہ مقامی معاشرت کے ساتھ گھلنے ملنے کے بجائے اپنی الگ شناخت کو برقرار رکھنے پر زیادہ زور دیتے رہے، جس سے دونوں گروہوں کے درمیان ایک غیر محسوس مگر گہری خلیج قائم رہی۔ یہ رویہ نہ صرف مغربی پاکستان میں دیکھنے کو ملا بلکہ مشرقی پاکستان میں اس سے بھی زیادہ کشیدہ صورتِ حال پیدا ہو گئی۔ وہاں مہاجرین اور مقامی بنگالی آبادی کے درمیان ثقافتی، سماجی اور لسانی اختلافات شدید تر ہوتے گئے، جس نے تعلقات میں مزید پیچیدگیاں پیدا کیں۔ نتیجتاً، ایک مشترکہ تہذیب اور یکجہتی کی جو امید کی جا رہی تھی، وہ مکمل طور پر شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکی، اور دونوں گروہوں کے درمیان بدگمانی اور اختلافات وقت کے ساتھ ساتھ مزید گہرے ہوتے چلے گئے۔۔

> "میاں ابھی تمہیں تجربہ نہیں ہے یہ بنگالی اس قدر سست اور کام چور ہیں اگر ہم یہاں نہ آتے تو پتہ نہیں یہ کتنے پچھڑے رہ جاتے۔ تعلم ان کے پاس ہیں، تہذیب ان کی ہندوانہ دیہاتوں میں جاؤں تو کوئی پاکستان کا نام نہیں لیتا سب بنگلہ بنگلہ کرتے ہیں۔"(۲۴)

ناول میں تعصب اور نسلی امتیاز کی ایک گہری اور متحرک فضا پائی جاتی ہے، جو نہ صرف سماجی انتشار کا باعث بنتی ہے بلکہ اسی تعصب نے تقسیمِ بنگال کی راہ بھی ہموار کی۔ اس ناول میں کئی المناک سانحات اور ان کے نتیجے میں پیش آنے والے اہم واقعات کو تفصیل سے قلم بند کیا گیا ہے، جو تاریخ کے ایک بڑے المیے کی عکاسی کرتے ہیں۔ تقسیمِ ہند مہاجرت کے اس طویل اور کربناک سلسلے کی ایک اہم کڑی تھی، جس نے لاکھوں خاندانوں کو ہجرت پر مجبور کر دیا۔ یہ سلسلہ یہیں ختم نہ ہوا بلکہ تقسیمِ بنگال کی صورت میں اس کا تسلسل جاری رہا، جس نے جغرافیائی حدود کے ساتھ ساتھ لوگوں کے جذباتی رشتوں کو بھی گہری دراڑوں میں بانٹ دیا۔ اس تاریخی سانحے نے نہ صرف زمینی سرحدوں کو از سرِ نو ترتیب دیا بلکہ انسانی رشتوں کے تقدس کو بھی شدید نقصان پہنچایا۔ ایک ہی سرزمین، جو کبھی یکجا تھی، سیاسی، ثقافتی اور نسلی تفریق کے نتیجے میں تین مختلف حصوں میں بٹ گئی۔ اس تقسیم نے نہ صرف ایک نئی سیاسی حقیقت کو جنم دیا بلکہ لاکھوں لوگوں کی زندگیوں میں ایک ایسا خلا پیدا کر دیا جسے وقت بھی پر نہ کر

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

سکا۔ انسانیت کے رشتے، جو محبت، اخوت اور ہم آہنگی پر مبنی تھے، تعصب، مفاد پرستی اور طاقت کے کھیل کی نذر ہو گئے، اور یہی وہ عوامل تھے جنہوں نے اس خطے میں مستقل بے چینی اور عدم استحکام کی فضا کو جنم دیا۔۔

"ملک تقسیم ہوتے ہوتے تین حصوں میں بٹ گیا لیکن ہمارا خاندان تین تیرا، نو اٹھارہ ہو گیا"(۲۵)

ناول کا کردار بی بی صاحبہ تقسیم اور ہجرت میں اپنوں کو کھونے پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ:

"پاکستان۔۔۔۔ ارے نامراد تو میرے بچے کھا گیا۔ میرے خاندان کو برباد کر دیا۔ اب میری بچی تو نہ کھا۔ خدا کے لیے یہاں سے چلا جا۔ تجھ پر خدا کی مار۔ میں تیرے ہاتھ جوڑتی ہوں پاکستان، اب تو میرا پیچھا چھوڑ دے میں نے تیرا کچھ نہیں بگاڑا۔ آخر تو مجھے کون سے گناہوں کی سزا دے رہا ہے پاکستان اے پاکستان۔۔۔۔۔"(۲۶)

اس کے علاوہ جوگندر پال کا ناول "خواب رو" بھی ہجرت کے موضوع لکھا گیا شاندار ناول ہے۔ اس کا بنیادی موضوع دو تہذیبوں کی آمیزش اور اس کا متصادم رویہ ہے جو گندر پال کا اہم موضوع ہجرت سے بنے ہوئے واقعات ہیں۔ اکثر ہی ایسا ہوتا ہے کہ دو تہذیبیں ایک دوسرے مختلف اور کبھی متحارب بھی ہوتی ہیں، خواہ یہ جبراً ہوں یا کسی عمل کے تحت۔ یہی صورت حال تقسیم ہند کے بعد بھی ہوئی۔ پاکستان ہجرت کر کے آنے والے کا تعلق گنگا جمنا کی تہذیب سے تھا۔ اور آنے والے مہاجر جب حیدر آباد، سندھ اور کراچی میں آباد ہونے لگے تو وہ ایک الگ تہذیب تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جوگندر پال خود ہجرت کے کرب اور ثقافت کے کٹ جانے کے درد سے آشنا تھے اس ضمن میں بلراج کومل لکھتے ہیں کہ:

"ہجرت کے کرب کا ایک پہلو جہاں جڑوں کے کٹنے سے متعلق ہے وہیں اس کا دوسرا پہلو دیار غیر میں جڑوں کی تلاش سے عبارت ہے۔ جڑوں سے کٹنے کا کرب اور دیار غیر میں جڑوں کی تلاش کے کرب کا اظہار ہے۔ انتظار حسین، قراۃ العین حیدر اور دیگر ناول نگاروں کے یہاں اگرچہ ہمہ گیر انداز میں موجود ہے۔ لیکن دیار غیر میں از سر نو رشتے وابستگیاں، ہمدردیاں استوار کرنے کے کرب ناک عمل کا تخلیقی اظہار جس انداز میں جوگندر پال نے "خواب رو" میں کیا ہے وہ اپنے آپ میں منفرد مثال ہے"(۲۷)

"خواب رو" محض ایک کہانی نہیں بلکہ ہجرت کے بعد چھوڑی گئی تہذیب کی بازیافت، اور اس سے جڑے نفسیاتی و سماجی کرب کی ایک دردناک دستاویز ہے۔ اس ناول میں مصنف نے تقسیم ہند کے بعد لکھنؤ سے ہجرت کر کے پاکستان آنے والے مہاجروں کے جذبات، احساسات اور ذہنی کیفیات کو نہایت گہرائی اور باریکی سے بیان کیا ہے۔ ناول میں اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ جب یہ تارکینِ وطن پاکستان آئے، تو وہ صرف جسمانی طور پر ایک نئی زمین پر منتقل نہیں ہوئے بلکہ ان کے ساتھ ایک پوری ثقافت، یادیں، اور تہذیبی ورثہ بھی تھا، جسے وہ خود سے جدا نہیں کر سکے۔ وہ اپنے ماضی کی خوشبو، طرزِ زندگی، اور اقدار کو اس نئی سرزمین میں تلاش کرنے کی کوشش میں مصروف رہے۔ ان کی شدید خواہش تھی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

کہ وہ یہاں بھی وہی لکھنؤ جیسا ماحول پیدا کر سکیں، وہی تہذیبی نزاکت، روایات، اور معاشرتی اقدار کو زندہ رکھ سکیں جن میں وہ پروان چڑھے تھے۔ مگر اس خواب کی تکمیل ممکن نہ تھی۔ نئی جگہ، نیا ماحول اور مختلف طرزِ زندگی نے انہیں ایک نہ ختم ہونے والے اجنبیت اور غیر مانوسیت کے احساس میں مبتلا کر دیا۔ اگرچہ وہ جسمانی طور پر کراچی کی گلیوں میں رہ رہے تھے، مگر ان کی روح آج بھی لکھنؤ کی قدیم گلیوں، بازاروں، اور حویلیوں میں بھٹکتی رہتی تھی۔ ان کے لیے یہ ہجرت محض ایک جغرافیائی تبدیلی نہیں تھی بلکہ ایک نفسیاتی اور جذباتی کشمکش تھی، جہاں وہ بظاہر ایک نئی زندگی گزار رہے تھے، لیکن اندرونی طور پر وہ ماضی کے سائے میں قید تھے، ایک ایسی دنیا میں جو حقیقت میں ان کے لیے اب صرف یادوں کا حصہ بن چکی تھی۔۔ اس صورت حال کی عکاسی مصنف نے ناول میں یوں بیان کی ہے:

> ”اس سے بڑھ کر کیا عذاب ہو گا کہ اپنے ہی گھر میں ہمہ وقت محسوس ہوتا رہتا ہے کہ ہم کہیں اور بیٹھے ہیں“(۲۸)

ناول کا کردار دیوانے مولوی صاحب جب اپنے خاندان سمیت کراچی پہنچتے ہیں تو اگلے ہی دن وہ واپس لکھنؤ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے لیے یہ نئی سرزمین اجنبی، غیر مانوس اور بے روح محسوس ہوتی ہے، جہاں وہ اپنی پہچان کھو چکے ہیں۔ ہجرت کے بعد انہیں احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسی جگہ آ گئے ہیں جہاں ان کی تہذیبی شناخت، معاشرتی رتبہ اور نفسیاتی سکون سب کچھ متزلزل ہو چکا ہے۔ یہ کیفیت صرف مولوی صاحب تک محدود نہیں بلکہ بیشتر مہاجروں کا یہی حال تھا۔ وہ جو کبھی خود مختار اور خوشحال تھے، ہجرت کے بعد بے بسی اور محتاجی کا شکار ہو گئے۔ ان کے لیے یہ ایک نہایت اذیت ناک تجربہ تھا، کیونکہ جب کوئی فرد یا قوم بلندی سے پستی کی طرف سفر کرتی ہے، تو اس کا صدمہ الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ یہی وہ کرب تھا جو بیشتر مہاجرین کو درپیش تھا۔ وہ جو کبھی دینے والے ہاتھ رکھتے تھے، اب لینے پر مجبور ہو چکے تھے۔ وہ لوگ جو اپنے گھروں، جائیدادوں، اور سماجی مرتبے کی وجہ سے فخر محسوس کرتے تھے، آج دربدر تھے۔ ان کے ماضی کی آن، بان، اور شان و شوکت سب کچھ پیچھے رہ گیا تھا، اور وہ اب سڑکوں، خالی مکانوں، اور اجنبی شہروں میں ایک نئی زندگی کا آغاز کرنے پر مجبور تھے۔ یہ ہجرت نہ صرف جغرافیائی تھی بلکہ ایک شدید نفسیاتی اور جذباتی زخم بھی تھی، جس نے ان کے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ”دیگر مہاجرین نے اپنی سمجھ کے مطابق کراچی میں ایک نیا لکھنؤ بسا لیا تھا، مگر دیوانے مولوی صاحب کے خیال میں وہ اب بھی اسی پرانے لکھنؤ میں آباد تھے۔ ابتدا میں کچھ احباب نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی، لیکن وہ اپنی ضد پر قائم رہے۔ پھر رفتہ رفتہ ان کی ایک ہی رٹ بن گئی: 'واپس لکھنؤ چلو!' اگر کوئی نرمی سے پوچھتا کہ اب لکھنؤ میں کیا رکھا ہے، تو فوراً جواب دیتے: 'لکھنؤ!'“(۲۹)

دیوانے مولوی صاحب نے کے دو بیٹے نواب مرزا اور اسحاق مرزا مہاجروں کے ذہنی رویوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ نواب مرزا مہاجروں کے نمائندہ کردار ہیں جو مذہبی طور پر خود کو مقامی سے برتر سمجھتا ہے اور مقامیوں سے حقارت کا رویہ رکھتا ہے۔ اس کے برعکس اسحاق مرزا جو کراچی میں پیدا ہوا وہیں پڑھا لکھا اور وکالت پاس کی۔ مقامی سندھی لڑکی سے شادی کر لی۔ اس کے والد کہتے ہیں:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"بھئی اسحاق کچھ بھی ہو، تم ہو بڑے بد قسمت، لکھنؤ کے ہو کے بھی سینکڑوں میل دور کراچی میں رہ رہے ہو"(۳۰)

اسحاق مرزا نواب مرزا سے برعکس سوچ کا حامل ہے۔ اس کا خیال ہے کلچر کوئی ہو برتر کم تر نہیں ہوتا ضرورت ہے کہ مہاجروں اور مقامیوں کو اتفاق اور حسن سلوک سے رہنا چاہیے۔

"ایک ہی سماج کے لوگ اگر مقامیوں اور غیر مقامیوں میں بٹ جائیں تو فرقہ واریت ایک مستقل عذاب کی صورت کھڑی رہتی ہے۔"(۳۱)

مقامی لوگوں سے ہر سطح پر چاہے سماجی ہو یا تہذیبی اور ثقافتی بنیادوں پر، تمام معاملات کو ابہام و تفہیم اور من و تو کی تفریق سے ختم کیا جائے۔ تو امن او آشتی کی فضا قائم ہو سکتی ہے جو گندر پال نے اس ناول میں لکھنؤ سے آئے مہاجروں کے ذہنی رویوں، جذباتی الجھاؤ اور ٹوٹی ہوئی تہذیب کے المیوں کو ایک مضبوط بیانیے میں فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔(۳۲)

ناول "زندہ محاورے" ہجرت کے حوالے سے اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی مصنفہ ناصرہ شرما ہیں۔ اس ناول میں تقسیم ہند کے بعد ہندوستانیوں کی زندگی کے ساتھ ساتھ ہجرت کر کے پاکستان جانے والے مہاجرین کی زندگی کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ اس پیچیدہ موضوع اور ہجرت کے کرب کو ناول نگار نے سادہ بیانیہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ہجرت کے بعد مہاجرین کو کس طرح کے مسائل پیش آئے۔ اس بابت صفدر لکھتے ہیں کہ:

"ناصرہ شرما کے ناول 'زندہ محاورے' کا پلاٹ بنیادی طور پر اسی نوعیت کی ایک مشق ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس کی داخلی پیچیدگیوں میں الجھنے سے گریز کرتی ہیں۔ وہ بظاہر معمولی یا غیر اہم نظر آنے والے عوامل پر توجہ نہیں دیتیں، جس کے باعث کہانی کی گہرائی متاثر ہوتی ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ایک نہایت پیچیدہ صورتِ حال کو سادگی کی نظر سے دیکھتے ہوئے موضوع کے وسیع امکانات کو محدود کر دیا ہے۔"(۳۳)

ناول کی ابتداء نظام کے پاکستان ہجرت کرنے کے فیصلے سے ہوتی ہے وہ یوپی کے گاؤں کا رہنے والا ہے۔ اس کے گھرانے میں والد رحیم الدین والدہ فاطمہ بی بی، بھائی امام، بھابھی اور بھتیجا گولو ہیں۔ یہاں ہندو مسلم ساتھ رہتے ہیں۔ تقسیم ہند کے فرقہ ورانہ فسادات نے ان سب کے درمیان جو انخلاء پیدا کر دیا ہے اس نے سب کے حواس معطل کر دیے ہیں۔ تقسیم ہند نے پوری مسلم قوم اور ان کے ہندوستان میں رہنے کے جواز پر جو سوال اٹھایا اس نے نظام کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ ہندو مسلم فسادات نے جب کشیدگی اختیار کر لی تو اس صورتحال میں ٹھہرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"اس سے اچھا وہ ٹکڑا ہے جو کاٹ کر دامن میں ڈال دیا گیا ہو اب اسی کو پالنا پوسنا اور اپنا سمجھنا ہو گا،
نظام نے گھنے پیڑ کے نیچے بیٹھ کر پاؤں سے کانٹے نکالتے ہوئے سوچا"(۳۴)

نظام کے ساتھ دیگر مسلمان بھی اپنے گھر محلے علاقے چھوڑ کر کراچی پہنچے تھے راستے میں گروہ در گروہ حملوں سے کچھ مارے جاتے، عورت لڑکی اٹھالی جاتیں۔ قتل و غارت گری کا بازار تھا یشم پشم جو لوگ زندہ پہنچ گئے وہ پاکستانی کے بجائے مہاجر کہلائے۔یوں ایک اور متعصبانہ فضا پیدا ہو گئی۔مہاجرین نے بھاگ دوڑ کر کے زمین الاٹ کروائیں۔اور کچھ محنت کی کوشش کرنے لگے تا کہ ہجرت کے فیصلے کو درست ثابت کر سکیں۔نظام کراچی پہنچ کر مہاجر بن گیا کئی بار ہندوستان جانے کی کوشش کی اور بلآخر وہ ہندوستان پہنچ جاتا ہے۔اپنی بیوی بچوں کے ساتھ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے والدین اس صدمے میں چلے گئے ہیں اور اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس تقسیم نے سرحد کے ساتھ ساتھ خونی رشتوں میں بھی فاصلہ پیدا کر دیا ہے۔وقت کے اس طویل فاصلے کو سمیٹنا قدرے مشکل ہے۔

"دونوں میاں بیوی ایک عجیب احساس سے پریشان ہے اور اس کو محسوس تو کر رہے تھے مگر
پکڑت نہیں پا رہے تھے۔اس لیے اسے لفظوں کا جامہ نہیں پہنا رہے تھے۔خاطر میں،لین دین
میں، کہیں کوئی کمی نہیں تھی پھر بھی جانے کون سی کمی کھٹک رہی تھی۔"(۳۵)

پاکستان میں مہاجروں کی صورت بھی زیادہ اچھی نہ تھی لسانی تفرقات سندھی ، مسلم، پٹھان، بلوچی، پنجابی سب کے اپنے اپنے مفادات تھے۔مہاجرین بھی مسلم یا پاکستانی ہونے سے پہلے مہاجر تھے ان وجوہات نے عصبیت کو فروغ دیا۔

"شہر کی حالت بدل رہی تھی۔بم دھماکے، گولی اور قتل جیسے ایک ڈراؤنا خوف خواب۔۔۔۔خواب
کی تعمیر کتنی حقیقی مگر کتنی ڈراونی؟ کبھی کبھی اکیلے بیٹھے سوچتا سوچتا اوب جاتا اور گھبرا کر خود سے کہتا
یہاں سے بھاگ کر کہاں جاؤں، یارب۔۔۔۔!(۳۶)

مہاجروں کا کوئی علاقہ نہیں ہے وہ تو 1947 یا اس کے بعد وارد ہوئے ہیں خواب کی اتنی بھیانک تعبیر نے سب کے خواب توڑ دیے۔مہاجروں کے قومی ادارے الگ کرنے کی کوشش کی گئی ہجرت کے بعد سب سے اہم مسئلہ ملک میں سندھی قومی تحریک کے ساتھ مہاجروں کو سیاسی بلیک میلر کا خطاب دیا گیا۔ایک بار مہاجر یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ اتنی تگ و دو میں کیا حاصل ہوا۔

"پچھتاوا۔۔۔۔بہت پچھتاوا ہو رہا ہے بیٹے تم سے کیا چھپانا کچھ مزہ نہیں آیا۔زندگی میں سب کچھ پا
کر بھی کیا کھویا ہے؟ نظام تھکے ہوئے لہجے میں بولے۔"(۳۷)

غرض اس ناول میں ہجرت نے عصبیت کو فروغ دیا وہ خواب جس کے لیے لوگ ہجرت کر کے شہر تعمیر کے راستے میں گامزن ہوئے تھے وہ انتہائی بھیانک تھے۔ناصرہ شرما نے اس بھیانک خواب کی جس اندوہ ناک کیفیت کو بیان کیا ہے وہ قابل داد ہے۔ تقسیم ہند کے ساتھ مشترکہ تہذیب کے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

پروردہ لوگوں نے الگ الگ حریف اور دو ملکوں کے شہری جانے پر نئی کشمکش میں گرفتار ہو گئے کسے اپنا کہیں اور کس کو بیگانہ، کسی کا کون دوست تھا کون دشمن، ہمارا مشترکہ ماضی ہے ان دونوں ملکوں کے افراد کے درمیان یہی فساد رہا کیونکہ ہندوستانی اپنی تہذیبی جڑوں کی تلاش میں ہزار سالہ مشرق وسطیٰ کی تہذیب کو فراموش کر دینا چاہتا تھا۔ پاکستان اس ہزار سالہ ہندوستانی تہذیب سے الگ ہو کر ان کا رشتہ بالکل مختلف ہو گیا تھا ۔ ہماری فکشن نگاروں نے اس موضوع پر بھی ادب تخلیق کیا جس نے انسانی تاریخ کو متاثر کیا۔ 1947 کی انتقال پذیری ایک عظیم ہجرت قرار دی جاسکتی ہے۔ لوگوں نے لاکھوں کی تعداد میں سیاسی سماجی معاشی معاشرتی دباؤ میں آکر کی گئی ہجرت تاریخ انسانی کا سب سے بڑا المیہ تھا کہ انسان اپنی جنم بھومی کو چھوڑ کر ایک نئے ملک کی طرف ہجرت کرے۔ ایک اجنبی سرزمین پر احساس مہاجرت کے ساتھ اجنبیوں کے درمیان اپنی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے۔ ہجرت کی تلخیوں اور جذباتی کشمکش میں گھرے احساسات و جذبات لیے ایک نئے سفر اور زندگی کا بوجھ اٹھائے گامزن ہونے والے مہاجرین نے ایک تلخ اور ناقابل بیان تجربہ حاصل کیا۔ یہ ہجرت ایک ایسا تجربہ تھی جس نے اپنی ہی زمین پر ایک لکیر کھینچ کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ناول میں ہجرت اور عصبیت کے مسائل کو بیان کیا ہے۔ وہ خواب جس کے لیے لوگ ہجرت کر کے سنہری تعبیر کے راستے میں گامزن ہوئے تھے وہ انتہائی بھیانک تھا۔ ناصرہ شرما نے اس بھیانک خواب کی جس اندوہ ناک کیفیت کو بھی بیان کیا ہے ءوہ قابل داد ہے۔ عصبیت اور انتشار کے فروغ میں خود مہاجرین کا بھی کردار تھا وہ یہ کہ مہاجرین کا ایک طبقہ ثقافتی احساس برتری کا شکار تھا۔ جس نے انہیں مقامیوں سے مفاہمت اور انجذاب کے عمل سے دور رکھا۔ جو تفریق اور انتشار کی فضا پیدا کرنے کا باعث بنا۔

ناول "کاغذی گھاٹ" بھی ایسے ہی طبقے کا نمائندہ ناول ہے جنھوں نے تقسیم کے بعد دولت اور شہرت کے حصول کی کوشش کی ہے۔ طبقہ خود کو ماڈرن سمجھتا تھا۔ مصنفہ نے اس عمل میں ہجرت کے بعد ہونے والی طبقاتی کشمکش کو عمدگی سے بیان کیا ہے۔ "خدا کی بستی" بھی ہجرت کے مسائل اور کرب پر لکھا گیا ایک ناول ہے۔ جس میں ہجرت کے بعد کیمپ کی زندگی سے جڑے مسائل اور نو دولتیوں کو موضوع بنایا گیا ہے کہ کس طرح وہ دوسرے مہاجرین کا استحصال کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام اسی حوالے سے لکھتے ہیں:

> "خدا کی بستی" میں موٹو جو کہ کرنال کا رہنے والا ہے ایسے لوگوں کے ہاتھ لگ جاتا ہے، جو دولت کمانے کے لیے جائز ناجائز اور ہر غیر قانونی کام میں ملوث ہوتے ہیں یہ ناول تقسیم کے بعد پیدا ہونے والے حالات اور عوام کی بے راہ روی کی تفصیل کہا جاسکتا ہے"۔(۳۸)

اردو ادب میں ہجرت، تقسیم اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے سماجی، سیاسی اور معاشی مسائل کو مختلف زاویوں سے بیان کیا گیا ہے۔ شوکت صدیقی کا معروف ناول "جانگلوس" بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے، جو تقسیمِ ہند سے قبل اور بعد کے سیاسی و سماجی حالات، خاص طور پر پنجاب کی تقسیم کے مسائل کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کرتا ہے۔ ناول میں مصنف نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح سیاسی چالاکیوں، سازشوں اور استحصالی قوتوں نے مہاجرین کو مزید مشکلات میں دھکیل دیا۔ ہجرت صرف ایک جغرافیائی تبدیلی نہیں تھی بلکہ یہ لاکھوں

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

افراد کے لیے ایک نفسیاتی، سماجی اور معاشی آزمائش بھی بن گئی تھی۔ ہجرت کے بعد آنے والے مہاجرین کو بے شمار چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا، جن میں رہائش، روزگار، شناخت، اور سماجی مقام کی بحالی کے مسائل** شامل تھے۔

ناول "جانگلوس" میں مصنف نے یہ اجاگر کیا ہے کہ استحصالی طاقتوں نے مہاجرین کی بے بسی کا فائدہ اٹھایا، ان کے حقوق کو نظر انداز کیا، اور انہیں مزید پستی میں دھکیلنے کے لیے طرح طرح کے حربے آزمائے۔ ناول میں مہاجرین کے ساتھ ہونے والے سیاسی استحصال، وسائل کی غیر مساوی تقسیم، اور ان پر ہونے والے ظلم و ستم کو بڑی گہرائی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ہجرت کے بعد پاکستان پہنچنے والے بے شمار افراد جو اپنے علاقوں میں ایک مستحکم زندگی بسر کر رہے تھے، انہیں یہاں آکر نہ صرف نئے ماحول سے ہم آہنگ ہونے میں مشکلات پیش آئیں بلکہ سماجی تعصب، سیاسی چالاکیوں اور معاشی بے حسی نے ان کے دکھوں میں مزید اضافہ کر دیا۔ ناول میں اس حقیقت کو نہایت واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ کس طرح طاقتور طبقے نے کمزوروں کا استحصال کیا اور مہاجرین کے لیے زندگی ایک نہ ختم ہونے والا امتحان بن گئی۔ "جانگلوس" محض ایک ناول نہیں بلکہ تقسیم کے بعد کی زندگی کی تلخ حقیقتوں کا آئینہ ہے، جس میں معاشرتی ناہمواری، طاقتور طبقے کی چالاکیاں، اور عام عوام کی بے بسی کو مؤثر انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ ناول ان تمام مسائل پر روشنی ڈالتا ہے جو مہاجرین کو ایک نئی شناخت اور زندگی کے لیے درپیش آئے، اور کس طرح وہ ایک نئی دنیا میں اپنی جگہ بنانے کے لیے مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔

مہاجرت محض ایک جغرافیائی تبدیلی نہیں بلکہ ایک ایسا المیہ ہے جو لاکھوں انسانوں کے لیے شدید کرب اور تکلیف کا باعث بنا۔ یہ صرف سرحدوں کا بٹوارہ نہیں تھا، بلکہ خوابوں، امیدوں اور شناخت کی بکھرتی ہوئی کرچیاں تھیں جو وقت کی گود میں دفن ہو گئیں۔ لاکھوں افراد جو ایک نئے گھر اور بہتر زندگی کی خواہش لیے ہجرت پر مجبور ہوئے، انہیں ایسی کٹھن اور ناقابلِ بیان صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ جو اپنے آبائی وطن میں عزت، وقار، اور سکون کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے، اچانک بے بسی، محتاجی اور اجنبیت کا شکار ہو گئے۔ تقسیمِ ہند اور اس کے نتیجے میں ہونے والی ہجرت پر بے شمار اعلیٰ درجے کا ادب تخلیق کیا گیا۔ اردو ناولوں اور کہانیوں میں ہجرت سے پیدا ہونے والے مسائل کو بڑی تفصیل اور حساسیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس ادب میں نہ صرف ہجرت کے جسمانی اور جذباتی کرب کی عکاسی کی گئی ہے بلکہ اس میں سیاسی استحصال، رہائش کے مسائل، معاشی بدحالی، اور سماجی انتشار جیسے سنگین پہلو بھی اجاگر کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ، ان تحریروں میں خاندانوں کے بکھرنے، رشتوں کی بے قدری، خواتین کی بے حرمتی، اور پناہ گزین کیمپوں میں گزرتی ہوئی بے بسی کی زندگی کو بھی دکھایا گیا ہے۔

اردو کے چند نمایاں ناول جنہوں نے ہجرت کے موضوع کو اپنا محور بنایا، ان میں "دستک نہ دو"، "چاند گہن"، "راکھ"، "کراچی والے"، "میرا گاؤں"، "راستے اور منزلیں"، "صدیوں کی زنجیر" اور دیگر کئی قابلِ ذکر تخلیقات شامل ہیں۔ ان ناولوں میں ہجرت کے بعد پیدا

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ہونے والے سماجی مسائل، مقامی اور مہاجر آبادی کے درمیان بڑھتی ہوئی تفریق، نئی شناخت کی تلاش، اور سماجی معیارات میں ہونے والی تبدیلیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ہجرت کے بعد وجود میں آنے والا نیا سماجی منظر نامہ کئی تلخ حقائق کو آشکار کرتا ہے۔ اس نئے معاشرتی ڈھانچے میں ہوس، لالچ، خود غرضی، اور بے حسی نے جنم لیا، جس نے مادی منافقت کو فروغ دیا۔ وہ اسلامی سلطنت، جو ایک خواب کی مانند تھی، اپنے قیام کے بعد درست وسائل اور پالیسیوں کے فقدان کی وجہ سے اپنی شناخت قائم کرنے میں ناکام رہی۔ جس ملک کو آگ اور خون کی ہولی کھیل کر حاصل کیا گیا تھا، وہاں کے باشندوں کو عزت، جان، مال، اور آبرو کی قربانی دینی پڑی۔ ہجرت کے بعد ایک اور بڑا مسئلہ یہ تھا کہ مختلف ثقافتی اور تاریخی پس منظر سے آنے والے مہاجرین اور مقامی آبادی کے درمیان تہذیبی اور جغرافیائی خلیج حائل ہو گئی۔ ان حالات میں ایک مضبوط اور مساوی نظام کی ضرورت تھی، جو اخوت، بھائی چارے، اور اجتماعی فلاح و بہبود کو فروغ دیتا، مگر بد قسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔ پاکستان ابھی 1947ء کی ہجرت کے زخموں سے سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ 1971ء میں مشرقی پاکستان کے المیے نے ایک اور ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کو ہجرت کے کرب سے گزرنا پڑا، ایک بار پھر بستیاں اجڑیں، رشتے ٹوٹے، اور ایک بار پھر ایک نیا المیہ جنم لے گیا۔ گویا مسلمان ایک ہجرت کے زخموں سے ابھر بھی نہ پائے تھے کہ انہیں دوسری ہجرت کا صدمہ سہنا پڑا، اور اس المیے کا درد آج بھی ہماری تاریخ کا ایک سیاہ باب بنا ہوا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شاہد وہاب خان، ''اُردو فکشن میں ہجرت''، (ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۰۵ء) ص ۳۱

۲۔ مرتضیٰ احمد خان، ''تاریخ اقوام عالم''، (مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء)، ص ۱۴۵

۳۔ احسن فاروقی، ڈاکٹر، ''تاریخ انگریزی ادب''، (مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۴ء)، ص ۱۴۵ طبع دوم

۴۔ یوسف حسین، ڈاکٹر، ''فرانسیسی ادب''، (علی گڑھ انجمن ترقی اُردو ہند ۱۹۴۲ء)، ص ۱۷۔۱۸

۵۔ شاہد وہاب خان، ''اُردو فکشن میں ہجرت''، (ایجوکیشنل پبلیشنگ دہلی ۲۰۰۵ء)، ص ۵۱

۶۔ عبداللہ حسین، ''اداس نسلیں''، (سنگ میل پبلشر، لاہور ۲۰۱۰ء)، ص ۴۱

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

۷۔ ایضاً، ص ۴۵

۸۔ ایضاً، ص ۶۳۷

۹۔ ایضاً، ص ۱۰۲

۱۰۔ خدیجہ مستور، ''آنگن''، (ایجوکیشنل پبلی کیشن ہاؤس دہلی ۲۰۱۶ء)، ص ۳۰۵

۱۱ ایضاً، ص ۲۸۴

۱۲۔ خدیجہ مستور، ''آنگن''، (ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۱۶ء)، ص ۳۳۱

۱۳۔ خدیجہ مستور، ''زمین''، (ہمالیہ بک ہاؤس پہاڑی بوجلاد ہلی ۱۹۴۸ء)، ص ۱۰۰

۱۴۔ عارف سونیا، ہم سب۔ 27-02-022

۱۵۔ ایضاً، ص ۳۳۰

۱۶۔ خدیجہ مستور، ''زمین''، (ہمالیہ بک ہاؤس پہاڑی بوجلاد ہلی ۱۹۸۴ء)، ص ۷۵

۱۷۔ ممتاز احمد خان، ''اُردو ناول کے بدلتے تناظر''، (ویلکم ویلکم بک بورٹ کراچی، ۱۹۹۳ء)، ص ۴۳۔ ۲۴۲

۱۸۔ طاہر سعود، ''ایک گفتگو: انتظار حسین''، (ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۱۹۹۶ء)، ص ۱۱۷

۱۹۔ انتظار حسین، ''بستی''، (سنگ میل پبلشر، لاہور سن)، ص ۱۷

۲۰۔ ایضاً، ص ۹۲

۲۱۔ شاہد وہاب خان، ''اُردو فکشن میں ہجرت''، (ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲۰۰۵ء)، ص ۷۷

۲۲۔ عبدالصمد، ''دو گز زمین''، (نصرت پبلشر، لکھنو ۱۹۸۸ء)، ص ۹۵

۲۳۔ ایضاً ص ۱۳

۲۴۔ ایضاً، ص ۱۲۸

۲۵۔ ایضاً، ص ۲۵۲

۲۶۔ ایضاً، ص ۲۷۵

۲۷۔ بلراج کومل، ''آزادی کے بعد اُردو ناول اور انسانی و سماجی سروکار''، (مشمولہ آزادی کے بعد اُردو فکشن مسائل و مباحثہ مرتبہ ابوالکلام آزاد ۲۰۰۱ء)، ص ۳۴

۲۸۔ جوگندر پال، ''خواب رو''، (ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۱۹۹۱ء)، ص ۱۱

۲۹۔ ایضاً، ص ۹

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

۳۰۔ ایضاً، ص۱۹

۳۱۔ ایضاً، ص۴۳

۳۲۔ غزالہ شفیق، ''اُردو ناول میں ناسٹلجیا (قیام پاکستان)''(کشمیر یونی ورسٹی، س ن)، ص۴۲۲

۳۳۔ Hamari web. Com Safdar imam qadri

۳۴۔ ناصرہ شرما، ''زندہ محاورے''، (پبلشر اُردو مرکز عظیم آباد، پٹنا، ۲۰۰۱ء)، ص۱۱

۳۵۔ ایضاً، ص۱۴

۳۶۔ ایضاً، ص۹۸

۳۷۔ ایضاً، ص۱۰۵

۳۸۔ ڈاکٹر عبدالسلام، ''اردو ناول بیسویں صدی میں''(قمر کتاب گھر، کراچی، سن ن)، ص۳۹۹